پنجاب اور امرتا پریتم

Punjab aur Amrita Pritam

ڈاکٹر شازیہ رزاق [1]

Abstract:

Amrita Pritam was a prominent famous poetess of Punjabi language and literature. She had a great affection for Punjab, the culture of Punjab and women of Punjab. Amrita Pritam has closely observed the life of a Punjabi woman and revealed artistically the miseries, thoughts, role, problems, character of a women living and facing life and its different shades in the rural area of Punjab. Her famous poem written under the title *"Aj Aakhan Waris Shah Noo"* is voice of a Punjabi woman. Her poetry also reflects different cultural, social and other colors of Punjab. The values, habits, culture, atmosphere, relationships and psyche of people living in Punjab are obviously different from other regions of Indo Pak. The poetry of Amrita Pritam portrays all the above mentioned aspects and colors of Punjab. These aspects and colors have great influence on the life of people living there. Amrita Pritam, as a sensitive poetess has viewed the partition of Punjab in an emotional context. She has portrayed division of Punjab as a division of body and soul and the same is evident from her poetic work. The main topics of her poetry were love, freedom, justice and togetherness. Amrita can be termed as the first modern poetess of Punjabi literature and language. In my article, I have tried to explain the influence of Punjab on poetry of Amrita, her relationship with Punjabi culture and values and her views on these issues as a Punjabi poet and Punjab loving person.

Keywords: Punjab, Amrita Pritam, Love, women, culture, Partition, Freedom, Justice, Humanity.

امرتا پریتم پنجابی زبان و ادب کی ممتاز شاعرہ تھیں۔ انہیں پنجاب، پنجاب کی ثقافت اور پنجاب کی خواتین سے بہت لگاؤ تھا۔ امریتا پریتم نے ایک پنجابی عورت کی زندگی کا قریب سے مشاہدہ کیا ہے اور فنکارانہ طور پر پنجاب کے دیہی علاقوں میں رہنے والی اور زندگی کا سامنا کرنے والی خواتین کے دکھوں، خیالات، کردار، مسائل، کردار اور اس کے مختلف رنگوں کو ظاہر کیا ہے۔ ان کی مشہور نظم ''اج آکھاں وارث شاہ نو'' کے عنوان سے لکھی گئی ایک پنجابی خاتون کی آواز ہے۔ ان کی شاعری پنجاب کے مختلف ثقافتی، سماجی اور دیگر رنگوں کی بھی عکاسی کرتی ہے۔ پنجاب میں رہنے والے لوگوں کی اقدار، عادات، ثقافت، ماحول، رشتے اور نفسیات ظاہر ہے کہ ہند پاک کے دوسرے خطوں سے مختلف ہیں۔ امرتا پریتم کی شاعری پنجاب کے مذکورہ بالا تمام پہلوؤں اور رنگوں کی تصویر کشی کرتی ہے۔ ان پہلوؤں اور رنگوں کا وہاں رہنے والے لوگوں کی زندگی پر بہت اثر ہوتا ہے۔ امرتا پریتم نے ایک حساس شاعرہ کے طور پر پنجاب کی تقسیم کو جذباتی تناظر میں دیکھا ہے۔ انہوں نے پنجاب کی تقسیم کو جسم اور روح کی تقسیم کے طور پر پیش کیا ہے اور یہی ان کے شاعرانہ کام سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان کی شاعری کے اہم موضوعات محبت، آزادی، انصاف اور اتحاد تھے۔ امرتا کو پنجابی ادب اور زبان کی پہلی جدید شاعرہ کہا جا سکتا ہے۔ میں نے اپنے مضمون میں امرتا کی شاعری پر پنجاب کے اثرات، پنجابی ثقافت اور اقدار سے اس کے تعلقات اور ایک پنجابی شاعر اور پنجاب سے محبت کرنے والی شخصیت کے طور پر ان مسائل پر ان کے خیالات کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔

[1] اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور

کلیدی الفاظ: پنجاب، امرتا پریتم، محبت، عورت، ثقافت، تقسیم، آزادی، انصاف، انسانیت۔

پنجاب کی امرتا پریتم جس کے دل میں پنجاب بستا ہے اگر کہوں کہ امرتا کی لازوال محبت پنجاب ہے تو غلط نہ ہوگا امرتا پریتم ۳۱ اگست ۱۹۱۹ء کو پنجاب کے شہر گوجرانوالہ میں پیدا ہوئیں اور ۳۱ اکتوبر ۲۰۰۵ء کو بھارت کے شہر دلّی میں انتقال فرمایا۔ بطور ناول نگار، افسانہ نگار اور شاعرہ، شہرت پانے والی سو سے زائد کتابیات کی مصنفہ پنجاب کی محبت میں سر تا پا سرشار نظر آتی ہے۔ اگرچہ امرتا کا نام زبان پر آتے ہی ساحر کا نام ذہن میں ابھرتا ہے۔ ساحر، امرتا کی محبت تھا مگر وہ محبت جو تمام عمر اُس کے وجود اور اس کی شاعری میں لہو کی طرح دوڑتی رہی۔ ایک جگہ لکھتی ہیں:

> ''سادہ لفظوں میں محبت کو اپنے آپ کی تکمیل کہا جا سکتا ہے یہ تکمیل خامیوں یا کسی کمی کی تکمیل کے معنوں میں نہیں ہوتی یہ وسعت کے معنوں میں ہوتی ہے۔ جہاں ایک انسان صرف اپنی صفات کو سمجھنے کی قدرت ہی نہیں رکھتا وہ دوسرے کی خوبصورتی کو دوسرے کی اچھائی کو اور دوسرے کی خوشی کو بھی اپنے وجود کا حصہ بنا کر سمجھنے کے قابل ہو جاتا ہے یہ گویا ایک قدرت سے دوسری قدرت تک پہنچنے کا سفر ہے یہ دونوں سفر 'میں سے آگے میں تک کا' اور 'میں آگے تو' تک کا وہ سفر ہیں جن کا بیان دنیا کا ادب بنتا ہے۔ دونوں مشکل راستے ہیں لیکن ان پر پاؤں والوں کو چلنا ہوتا ہے۔ یہ ''پاؤں والے'' وہ لوگ ہوتے ہیں جنھیں ''میں'' کا عشق بھی ہوتا ہے ''تو'' کا بھی اور یہ عشق اکثر کو نہیں ہوتا۔ دنیا کی سیاسی اور سماجی ساخت ''ان اکثر'' لوگوں کے بس میں ہے جنھیں یہ عشق نہیں ہوتا۔''[۱]

من و تو کے اس عشق سے آگے بڑھتے ہوئے مجھے امرتا کی اس محبت کا ذکر کرنا ہے جو ''تو'' کے اندر چھپی وسعتوں کی ایک شکل ہے جس طرح ''میں'' کی محبت میں اپنے سے آگے زیادہ بڑی ''میں'' تک پہنچنے کا سفر شامل ہے جو بالآخر ''تو'' تک پہنچتا ہے۔ امرتا کی یہ محبت پنجاب سے محبت ہے۔ وہ جب تک زندہ رہیں سمتوں اور سرحدوں کی حد بندیوں سے آزاد پنجاب کی محبت کے نغمے الاپتی رہیں۔

پنجاب وہ زرخیز زمین ہے جس نے پانچ دریاؤں کے بہتے دھاروں میں محبت کا امرت بھر کر کئی بنجر

دلوں کو سیراب کیا ہے۔ محبت کا بہترین اظہار ''عورت'' کا وجود ہے جو اپنے ہر روپ میں محبت کا سرچشمہ ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ پنجاب، عورت اور محبت ایک ایسی مثلث ہے جس کے زاویوں میں کئی کہانیاں اور حقیقتیں اپنے وجود کا احساس دلاتی ہیں تو غلط نہ ہو گا۔

ایسی ہی ایک کہانی امرتا پریتم کی ہے۔ اُس نے لکھا:

راہیا راہ جاندیا کیہہ کیہہ دیا سنا
او کہانی دیس پنجاب دی پتھر دے روا
کب کب گاؤں گیت وے کگن وجن ساز
نیں نہ جتھے پہنچدے آوے اتھوں واج
میں تتی دھی پنجاب دی میرے پھٹے ویکھ نصیب
کگن دساں کھول کے تکی گئی میری جیب ۲؎

امرتا نے پنجاب کے شہر گوجرانوالہ میں آنکھیں کھولیں اور اس خطے کی فضاؤں میں مہکتی محبت اور اپنائیت اس کے وجود میں سرائیت کر گئی۔ لاہور کے گلی کوچوں میں زندگی بسر کی۔ زندگی کا ایک تہائی حصہ پاکستان کے پنجاب میں گزارا مگر پھر نہ چاہتے ہوئے اُسے پنجاب کو تقسیم ہوتے دیکھنا پڑا۔ تقسیم ہند کے بعد وہ دہرہ دون اور پھر دہلی میں رہائش پذیر ہوئی۔ اُس نے لاہور کے گلی کوچوں میں اپنا بچپن گزارا۔ لاہور کے گمٹی بازار کو وہ اکثر یاد کرتی رہی۔ امرتا نے تقسیم ہند کے وقت جو قتل وغارت اور فسادات ہوئے انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اس پر درد اور المناک سانحہ نے اُس کی روح کو زخمی کر دیا اور وہ بے اختیار وارث شاہ کو پکارا اٹھی۔

وے درد مندیا دردیا اٹھ تک اپنا پنجاب
اج بیلے لاشاں وچھیاں تے لہو دی بھری چناب
کسے نے پنجاں پانیاں وچ دتی زہر ملا
تے اوہناں پانیاں دھرتی نوں دتا پانی لا
ایس زرخیز زمین دے لوں لوں پھٹیا زہر
گٹھ گٹھ چڑھیاں لالیاں، فٹ فٹ چڑھیا قہر

اج سبھے کیدو بن گئے حسن عشق دے چور
اج کتھوں لیائیے لبھ کے وارث شاہ اک ہور
اج آکھاں وارث شاہ نوں۔۔ ۳

یہ نظم امرتا نہیں بل کہ پنجاب کی ہر اُس عورت کا بین ہے جسے اس خطے سے محبت تھی۔ یہ پنجاب کی زمین اور اس کی فضاؤں میں رچی اس محبت کا نوحہ ہی جو اپنا مفلوج جسم لیے آج بھی وارث شاہ کی تلاش میں ہے۔ یہ رونا ایک عورت کا نہیں بل کہ یہ پنجاب کا گریہ ہے یہ پنجاب کی فریاد ہے جو آج بھی اسی شدید تاثر کی حامل ہے جو اسے تقسیم پنجاب کے وقت حاصل تھا۔اس نظم کے حوالے سے آفتاب احمد لکھتے ہیں:

''اس نظم میں پنجاب کی دہائی ہے، اس پر ہونے والے ظلم کے خلاف احتجاج ہے یہاں وارث شاہ وارث شاہ نہیں اور نہ ہی پکارنے والی امرتا پریتم ہے۔ یہاں پنجاب ہے دہائی دیتا ہوا، جلتا ہوا اور خون کے آنسو روتا ہوا۔۔۔''۴

یقین جانئے مجھے اس نظم میں پنجاب کے بٹوارے کے جھولنے میں ہلکورے لیتی محبت کا وہ روپ نظر آیا جسے لفظوں میں ڈھالنا مشکل ہے۔ ایک ہیر نے اس نظم میں وارث شاہ کو پکارا اور محبت کا جادو جگانے والی وارث شاہ کو تڑپتے سسکتے پنجاب کی طرف متوجہ کیا جہاں ہر طرف لہو ہی لہو تھا لاشیں ہی لاشیں تھیں۔ نفرت کی یہ وہ آندھی تھی جس نے پنجاب کی فضا کو محبت کی رومانی نہیں بہیمانہ تصویر بنا دیا۔ پنجاب کا جسم جو محبت کے نور سے عبارت تھا نفرت کے قہر سے نیلا پڑ گیا۔ یہ زہر اس کے جسم کو کھا گیا اور اس میں پروان چڑھتی محبتیں اس طوفان کی نذر ہو گئیں جو فسادات کی صورت چار سو بپھرا ہوا تھا۔

وہ پنجاب کی اُجڑتی دھرتی اور فسادات کی اڑتی دھول میں پنجاب کے بکھرتے حسن کو دیکھ کر روتی ہے اُس کے دل سے یہ ہوک اٹھتی ہے کہ کاش کوئی وقت کی اس تلوار کا وار روک سکے کاش کوئی اُس کالے ناگ کو نگل سکے جو پنجاب کی زمین پر کنڈلی مارے بیٹھا ہے اُس کی نظم ''پنجاب دی کہانی'' کی چند سطریں مثال کے طور پر دیکھیے:

ہونی چڑھی جو چڑھدیوں دھریا پیر رکاب

پوٹھار نوں کھریں مدھولدی تکیا سب پنجاب
چونکے دھرت آکاش دوئے سُن ٹاپاں دی واج
کنبی بھارت ماں نی اج کیہڑا رکھے لاج!
پانی پنج دریاں دے بن گئے تتے تیل
بلدی اُتے بالدے اوئے تک ہونی دے کھیل ۵ؕ

اپنی نظم ''کنکاں دا گیت'' میں اُس نے اپنے دیس اپنے ہاتھوں سے بوئی محبت کی (کنکوں) کو جلتے، راکھ ہوتے بکھرتے دیکھا۔ اس نے اس اجتماعی درد کو اپنے اندر سمویا اور لفظوں کا روپ دے کر ایسے محفوظ کیا کہ یہ امرتا کے رگ پے میں بہتا معلوم ہوتا ہے اور پنجاب کی فضا میں اس کی تاثیر آج بھی محسوس کی جاتی ہے۔ لکھتی ہیں:

اساں کتھیاں سی گوڈیاں اکٹھیاں سی بیجیاں
اوئے کنے آ کے سٹا دانا دانا ونڈیاں، ہو کنکاں چھنڈیاں
کنکاں دے کھ کان، لہو لہو پیتے اساں لہواں نوں چھان چھان
کنکاں دا نِک سُک، انالے انسان ونڈ لئے نیں لہواں دے ٹِک ٹِک
کنکاں دی دھوڑ دھاڑ ساڈی دیش بھگتی دے کارنامے مار دھاڑ
کنکاں دے روڑ راڑ ''راکھ راکھ'' کھیڈی اساں محلاں نوں ساڑ ساڑ
ہو کنکاں سلھیاں
لوک پیڑاں تے رون۔ کدے بندے نہ گون
اجے میرے دیس دیاں اکھیاں نیں گلیاں ہو کنکاں ساھیاں! ۶ؕ

اپنی نظم 'دلاں دے بھیت' میں امرتا نے ماں اور بیٹی کے مکالمے کی صورت پنجاب دی تواریخ اور سمے دی جوانی کی زبان سے جن احساسات کا اظہار کیا ہے وہ اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ امرتا پنجاب کی ہواؤں میں تیرتی اس کی فضاؤں میں بسا ماضی، حال اور مستقبل کے اندیشوں کی کسک لیے زندگی کے سفر پر رواں دواں ہے، کہتے ہیں:

ISSN:2708-5724, E-ISSN:2708-5732

سن نی دھیے میریئے، ایہہ میرا پنجاب
بیٹھ حضوری ایس دی ایہہ اک پاک کتاب
حرف سنہری ایس دے امن، اہنسا، تیاگ
سمیاں والی رات وچ جگدے جیویں چراغ [۷]

امن، اہنسا، اور تیاگ کے ضامن پنجاب میں جب بٹوارے کی آندھی چلی تو اس تیز ہوا میں ہر اصول، ہر قائدہ اور محبت کا ہر ضابطہ بکھر کر رہ گیا۔ اپنے اس دکھ کو انھوں نے اس نظم میں یوں بیان کیا ہے:

سن نی دھیے میریے! درد منداں دا حال
جاتی نہ پنجاب نے سامراج دی چال
چمنا پریا دودھ دا کانجی دی ایہہ چھٹ
بجلی واکر ہونیاں انبروں پئیاں ٹٹ
سورج کرناں مکیاں منگی ملے نہ آس
راتاں بدلے کھودیاں چھڑیاں چمن کاس
شمع جھکائیاں اکھیاں چانن کیتی کنڈ
جام جھرے بھردیہو دے ''ساقی'' دتے ونڈ
اجڑ گئیاں محفلاں ساہ توڑ دے رند
انبر کالا ہو گیا تارے توڑن چند
پٹھی چھری ''ایمان'' دی بیٹھی کو ہے منکھ
پھیر کہاڑی ''دھرم'' دی بٹھی وڈھے رُکھ [۸]

امرتا پریتم نے اپنی شاعری میں محض پنجاب کا نوحہ ہی نہیں تحریر کیا بل کہ پنجاب سے اس کی محبت، مختلف رنگوں میں ڈھل کر اس دھرتی کی تہذیب و ثقافت کی کئی جھلکیاں اپنے اندر سموئے اس کی نظموں میں دکھائی دی۔ ان نظموں میں انفرادی اور اجتماعی زندگی کے رنگ ایسے ملے جلے نظر آتے ہیں کہ امرتا کا دکھ یا اس کی محبت اپنی ذات سے نکل کر پوری انسانیت کا احاطہ کر لیتے ہیں اور اس کے وجود میں پنجاب سانس لیتا نظر آتا ہے۔

وے میں تڑکے گھڑے دا پانی

کل تک نہیں رہنا

اج دا پانی کیکن لاوے

کل دی تریہہ دا قرضہ

نہ پانی نے کئی بجھنا

نہ پلے وچ رہنا

وے میں تڑکے گھڑے دا پانی۹

یہ پنجاب سے محبت ہی ہے کہ اس کی نغموں میں تشبیہات اور استعارات اور الفاظ کی جو دنیا آباد ہے اس میں پنجاب کی تہذیب کے رنگ بکھرے ملتے ہیں۔ ''باراں ماہ''، ''گدھا''، ''سمی''، ''بھنگڑا''، ''چیتر''، ''بوہڑ''، ''پھگن''، ''ناگ پنچھی''، ''چناں تاریاں دی رات'' وغیرہ ایسی نظمیں ہیں جن میں پنجاب کا طرز عمل ہی نہیں طرز فکر بھی جھلکتا ہے ''کنیادان'' میں لکھتی ہیں:

رتی مہندی نال لبیڑی سوہے سالو وچ لپیٹی

پہلے سونے نال ولھیٹی

ماس دی بوتی لکھ دی بیٹی

واہ واہ دانی واہ داتے کیڈے کرم کمان

جیہڑی جھولی تکن اوہو ہی پروان ۱۰

یہ پنجاب کی محبت کا اثر ہے کہ محبت اس کی شاعری کا بنیادی موضوع بن کر ابھری یہ محبت جس کے بارے میں امرتا پریتم کا کہنا ہے:

> ''ہمیں علم بھی وسیع کرتا ہے اور محبت کا جذبہ بھی۔ علم ''میں'' کی پہچان دیتا ہے اور محبت کا جذبہ ''تو'' کی یعنی اس دوسرے کی جسے ہم پیار کرتے ہیں''۔۱۱

یہ زندگی بھی تو اسی من و تو سے عبارت ہے۔ یہ تو کبھی مجاز اور کبھی حقیقت کے روپ میں ہمارے سامنے آتا ہے۔ امرتا اسی ''تو'' کے حوالے سے اپنی محبت کا اظہار کرتی ہے تو اس کے لفظوں اور ان میں چھپے احساسات، پنجاب کی رومانی فضا کے اثر میں ڈوبے نظر آتے ہیں، مثلاً اپنی نظم ''اس گیت'' میں لکھتی ہیں:

لہر سونی دیاں قدماں اگے
اجے وی اک جھناں پئی وگے
ہر سسی دیاں پیراں ہیٹھاں
اجے وی کڑپن چھالے
ایہہ دنیا وی تیرے لیکھے
اوہ دنیا وی تیرے لیکھے
دوویں دنیا وار چھڈدے
پیار کرن والے ۱۲؎

ان کی نظم ''گلاں'' ان کے رواں اسلوب بیان کے ساتھ ساتھ دل میں چھپی محبت کے اظہار کی ایسی خواہش لیے ہے جو پڑھنے والے کے دل کے تاروں کو چھو لیتی ہے۔ لکھتی ہیں:

آ سجن اج گلاں کریئے
تیرے دل دے باگاں اندر
ہری چاء وی پتی وانگوں
جیہڑی گل جدوں وی اُگی
اوسے گل نوں توڑ لیا توں
ہر اک گل چھپائی
ہر اک پتی سکنے پائی

مٹی دے ایس چلھے اندر
کسے اگ نوں پھول لوان گے
اک دو پھوکاں مار لواں گے
بجھی لکڑی بال لواں گے
مٹی دے ایس چلھے اندر
سیک عشق دا بول پوے گا
میرے جسم تانبیے اندر
دل دا پانی کھول پوے گا۱۳

امرتا پریتم کو اسی محبت نے سچ بولنا سکھایا۔ آفتاب احمد اس حوالے سے لکھتے ہیں:

''امرتا پریتم راست گو ہے وہ سچ کو بیان کرنے کی خواہش ہی نہیں طاقت بھی رکھتی ہے یہ سچ اُتم اور کھرا سچ ہے اور یہ ایسا شدید ہے کہ پڑھنے والوں کو ان کی روح تک میں بھگو دیتا ہے۔''۱۴

امرتا کی دلیری اور راست گوئی جب اس کے لہو میں دوڑتی محبت سے ملتی ہے تو ''میں''، ''اک ملاقات''، ''؟'' اور ''حق'' جیسی نظمیں تحریر ہوتی ہیں۔ گلزار اُن کے بارے میں کہتے ہیں:

''ان کا رنگ جتنا دنیاوی تھا اتنا ہی صوفیانہ۔۔۔ وہ ایک جرات مند عورت اور جرات مند شاعرہ تھی۔''۱۵

امرتا کے اسی صوفیانہ رنگ اور اس کے نتیجے میں راست گوئی کے حوالے سے کئی نظمیں دیکھی جا سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر:

ست رنگ میں لبھ لیاندے، اٹھواں لبھن آئی
اٹھواں رنگ محبت والا، دیس پیار دا لوک پیار دا
سبھ توں رنگ پکیرا

ست رنگ میں مل وہاجاں اٹھواں رنگ خدائی
بھیت رہے نہ ذات قوم دا، رنگ جائے لو کائی
کیکن چڑھے سویرا
ست رنگ پانی وچ گھلدے اٹھواں دل وچ گھلدا
رنگ الٰہی چڑھدا ایس بھیت الٰہی کھلدا
رنگیا جائے ہنیرا ۱۶؎

امرتا کی اس خصوصیت کے حوالے سے احمد سلیم نے ایک جگہ لکھا ہے:

''امرتا کا ایک نام بلھے شاہ بھی تھا۔''۱۷؎

امرتا نے ایک عام انسان کی سطح سے اوپر اٹھتے ہوئے فکر و خیال کی الوہی سطح پر پہنچ کر عشق کی حقیقت کو پہچانا اور یہی وہ مقام تھا جہاں اُس نے عشق صراحی سے دکھ کے دار و پیے اور اپنے نینوں سے کئی تارے زندگی کی زلف میں گوندھے اُسے عشق کی انتہا پر وہ اعجاز نصیب ہوا جو ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتا اپنی نظم ''چاترک'' میں لکھتی ہیں:

قلم اج نہ کسے دا کہیا منے عشق روز نہیوں مہرباں ہوندا
تیرے جیہے کوئی اندر روز آوندے ساقی جہناں تو آپ قربان ہوندا
تیرے پیراں تے منزلاں ماریاں نیں ایس عشق دے لمیڑے راہ میاں
سچا سخن ترا تیرے ہتھ بھڑیا سچی گلا دی اک درگاہ میاں ۱۸؎

سچی کلا کی یہ درگاہ اور سچے سخن کا ساتھ امرتا کے نام کے ساتھ بھی جڑتی ہے۔ اُس نے ہمیشہ جرات مندی کے ساتھ سچ کہا چاہے وہ اس کی ذات کے بارے میں تھا چاہے سماج کے بارے میں۔ بقول احمد سلیم:

''محبت تے آزادی ایہناں دا ہم معنی اک ہور لفظ وی اے ''انسان'' امرتا جی دی ساری شخصیت ساریاں لکھتاں تے سارے کرم ایناں تناں لفظاں راہیں بیان کیتے جاسکدے نیں۔''۱۹؎

انسان سے محبت اور آزادی کو الگ نہیں کیا جاسکتا یہی وجہ ہے کہ امرتا اپنی شاعری میں انسان کو خواہ

وہ اس کی اپنی ذات ہی کی صورت کیوں نہ ہو بنیادی اہمیت دیتی ہے اور پھر اس کی فکر و احساس کا دائرہ انسان کے اس وجود کے گرد اتنا وسیع ہوتا چلا جاتا ہے کہ محبت اور آزادی کے سبھی رخ اس کا حصہ بنتے جاتے ہیں۔ یہ آزادی اور محبت شخصی ہے، سماجی بھی، فکری ہے جذباتی بھی، قلمی ہے اور زبانی بھی، ملکی ہے ذاتی بھی، باغیانہ ہے اور صوفیانہ بھی۔ غرض آزادی اور محبت کا ہر تصور انسان کی وساطت سے امرتا کی شاعری کا موضوع بنتا ہے۔ لکھتی ہے:

میرے ساہ وچ تڑپ اٹھیاں ریت کھلاں دیا لواں
اکو سچی لاٹ ڈھونڈ دا سبھ مذہباں دا دھواں
لکھ نقشے کدھروں آ کے میٹ جان سبھ لیہاں
عشق سدا امبر وچ رکھدا، اس دھرتی یاں نیہاں ۲۰

امرتا انسان اور انسانیت سے محبت کی داعی ہے یہی وجہ ہے کہ انسان سے جڑے خطے، قصبے، بستیاں، علاقے بھی اُس کی محبت کے حقدار ٹھہرے ہیں۔ بلراج کومل کا کہنا بجا ہے:

''اس پر بہار شاعرہ نے ہماری زندگیوں کو سنوارا اور نکھارا ہے ہماری سنگلاخ راہوں کو ہموار کیا ہے اور ہمیں زندگی جینے کا درس اور سلیقہ دیا ہے محبت دی ہے۔'' ۲۱

وہ پنجاب سے بھی محبت کرتی ہے کیونکہ وہ انسان سے محبت کرتی ہے اُس کا پنجاب سیاسی و سماجی اور جغرافیائی حد بندیوں میں جکڑا پنجاب نہیں بل کہ اُس کا زور اس سے محبت کرنے والوں اور جن سے وہ محبت کرتی ہے اُن کا پنجاب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب پنجاب کی محبت بھری فضا کو وہ نفرت کے دھوئیں سے زہریلا ہوتے دیکھتی ہے تو بے اختیار پکار اٹھتی ہے:

آئی مذہباں دی کاتک کچے گھڑیاں دے وانگ
ٹٹا سوہنی دا دیس۔۔ اکھے پئیاں نے رو
ٹٹن دیساں دے تار ٹٹن قوماں دے ہار
پاٹے دھرتی دی لیک۔۔۔ اڈن کنکادے تو

پر منکھ نوں اک وار، ایس منگھتا دے نال
عشق سی جو۔۔۔ لیکن ٹٹے گا اوہ؟ ۲۲

امرتا نے پنجاب کی چھلنی روح کو اپنی شاعری میں سمویا۔ امرتا نے اپنی ذاتی غموں کو پنجاب کے اجتماعی غموں میں ملا کر اس طور پیش کیا کہ امرتا اور پنجاب روح اور قلبوت کی طرح ایک ہو گئے۔ پنجاب روح ہے اور امرتا قلبوت۔ محبت اس روح اور قلبوت کو ایک کرنے والا وہ رشتہ ہے جو لازوال ہے یہی وہ رشتہ ہے جو امرتا اور وارث شاہ کے مابین روحانی رشتے کو مضبوط کرتا ہے اور امرتا کے قلبوت میں پنجاب کی روح کو بیدار رکھتا ہے:

متھے اتے ویکھ وے شوکن کالے ناگ
میں سوہنی پنج دریاواں دی ویکھ تتی دے بھاگ
کیہہ ہویا جے دسدے ثابت اے قلبوت
کیہہ میں جیندی جاگدی دسے کوئی ثبوت
انگاں نالوں رنگ دے کس نے دتے توڑ
کچے گھڑے وہاج کے مینوں کس نے دتا روڑ
کتھے جمن والڑے کتھی سجن سین
میں تتی دھی پنجاب دی روون تتی اے نین ۲۳

امرتا کو اپنے دیس کے بٹوارے کا دکھ تھا مگر یہ دکھ اُس کی محبت کو کم نہیں کر سکا۔ اُس نے سچ کو دیکھا، قبول کیا، اُسے جیا اور اپنی نظموں کے سپرد کر دیا۔ امرتا نے اپنے دیس کی محبت میں کئی نظمیں لکھیں۔ ''۱۵ اگست'' کے عنوان کے تحت لکھی گئی نظموں میں اپنے وطن سے اُن کی محبت کو بخوبی دیکھا جا سکتا ہے۔ کیوں کہ اُن کے من مندر میں اُن کے دیس کی مورتی سجی رہتی ہے جس کی پوجا اُن کے قلم سے نکلنے والا ہر لفظ اور قلب و ذہن سے اُترنے والا ہر احساس اور ہر خیال کرتا ہے۔ بات اُن کی اپنی ذات کی ہو یا سماج کی ہر دو حوالوں سے اُن کی شاعری محبت کا پرچار ہے جو اُن کے جانے کے بعد بھی جاری ہے۔ وہ کہتی تھیں:

''ہم سب غدار ہیں کیوں کہ ہم پیار کرنا بھول گئے ہیں۔''۲۴

یہ وہ منظر ہے جو انتھونی کوئین کی خود نوشت سوانح حیات پڑھتے ہوئے وہ ایک چیخ کی صورت سن رہی تھیں کیونکہ اُن کا ماننا تھا کہ :

''ایک مرد اور عورت کے انتہائی نجی رشتے سے لے کر انسان اور اقتدار کے رشتے تک میں ایک ایسا تعلق ہوتا ہے جو ایک بہت ملائم اور خوبصورت چیز ہو سکتا تھا او وہی تعلق آج انگ انگ کو زخمی کرتا کسی سے پہچانا نہیں جا رہا۔''۲۵

یہ تعلق محبت کا تعلق ہے۔ پنجاب، محبت اور عورت کی اس تثلیث میں امرتا عورت ہے جس کی محبت پنجاب میں ایک کونپل کی طرح پھوٹتی ہے، نمو پاتی ہے، شگوفوں سے سجتی ہے، یہ شگوفے پھول بنتے ہیں، اپنی خوشبو فضاؤں میں بکھیرتے ہیں اور آخر مرجھا جاتے ہیں۔ امرتا کا وجود اس خوشبو کی مانند ہے جو پنجاب کی فضاؤں کی پروردہ ہے اور پنجاب پر قربان ہو کر بھی اس کی فضاؤں میں مہکی ہوئی ہے اور اپنے ہونے کا آج بھی ہم سب سے اعتراف کروا رہی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ بحوالہ احمد سلیم۔ یادیں ملاقاتیں اور تراجم۔ لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۲۰ء، ص ۸۶۔

۲۔ امرتا پریتم۔ کاغذ تے کینوس۔ لاہور: سانجھ پبلی کیشنز، ۲۰۱۳ء، ص ۸۸۔

۳۔ ایضاً۔ ص ۴۷۔

۴۔ آفتاب احمد۔ مشمولہ۔ روزنامہ: جدوجہد، اکتوبر ۲۰۱۹ء۔

۵۔ امرتا پریتم۔ کاغذ کے کینوس۔ ص ۴۹۔

۶۔ ایضاً۔ ص ۵۱۔

۷۔ ایضاً۔ ص ۱۷۲۔

۸۔ ایضاً۔ ص ۱۸۱۱-۱۸۲۔

۹۔ ایضاً۔ ص ۴۷۶۔

۱۰۔ ایضاً۔ ص۶۹۔

۱۱۔ بحوالہ۔احمد سلیم۔یادیں ملاقاتیں اور تراجم۔لاہور:سنگ میل پبلی کیشنز،۲۰۲۰ء، ص۸۵۔

۱۲۔ امرتا پریتم۔کاغذ کے کینوس۔ص۱۲۶۔

۱۳۔ ایضاً۔ص۲۶۹۔

۱۴۔ آفتاب احمد۔مشمولہ: مکالمہ، آن لائن اخبار،اکتوبر۲۰۱۹ء۔

۱۵۔ گلزار۔''میں اور امرتا''، مترجم:(عدنان فاروق) مشمولہ: روزنامہ، جدوجہد،۱۴نومبر۲۰۱۹ء۔

۱۶۔ امرتا پریتم۔کاغذ تے کینوس۔ص۴۱۰۔

۱۷۔ احمد سلیم۔یادیں ملاقاتیں اور تراجم۔ص۱۱۔

۱۸۔ امرتا پریتم۔کاغذ تے کینوس۔ص۱۶۷۔

۱۹۔ احمد سلیم۔یادیں ملاقاتیں اورتراجم۔ص۳۴۔

۲۰۔ امرتا پریتم۔کاغذ تے کینوس۔ص۱۴۴۔

۲۱۔ ایضاً۔ص۵۳۔

۲۲۔ بلراج ورما۔ پیش لفظ۔مشمولہ:۴۹ دن۔دہلی: تناظر پبلی کیشنز،۲۰۰۶، ص۹۔

۲۳۔ امرتا پریتم۔کاغذ تے کینوس۔ص۸۸،۹۰۔

۲۴۔ احمد سلیم۔یادیں ملاقاتیں اور تراجم۔ص۷۵۔

۲۵۔ ایضاً۔ص۲۳۔